بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

ترجمان القرآن کے صفحات میں اس مرتبہ ۸ صفحات کی مجبوراً کمی کرنی پڑی ہے ۔ اس کی وجہ کاغذ کی ہوشربا گرانی اور کمیابی ہے ۔ کاغذ کی صورتِ حال گذشتہ کئی سالوں سے انتہائی غیر تسلی بخش رہی ہے جس کی وجہ سے اخبارات و رسائل اور دوسرے اشاعتی کاموں کو کافی نقصان پہنچا ہے ۔ ترجمان القرآن کا نقصان دوسروں کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے ۔ دوسرے اخبارات اور جرائد اشتہارات کی مد سے کسی نہ کسی طرح اس نقصان کی تلافی کر لیتے ہیں مگر ترجمان القرآن میں اشتہارات برائے نام ہوتے ہیں اور ان سے یافت بھی بہت کم ہوتی ہے ۔ اس جریدے نے ناظرین کے بدل اشتراک کے ماسوا ہر قسم کی مالی اعانت سے ہمیشہ اپنے آپ کو مستغنی رکھا ہے ۔ جہاں تک ظاہری اسباب کا تعلق ہے اس کے مالی وسائل کا انحصار صرف اس کی اشاعت پر ہے ۔ گذشتہ سال تک اس کے آمد و خرچ قریب قریب برابر رہے اور اگر کبھی تھوڑی سی کمی ہوئی تو اسے مولانا محترم نے اپنی جیب سے پورا کر دیا مگر اب اخراجات اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ انہیں اُٹھانا مشکل نظر آتا ہے مزید برآں "ترجمان" کا داخلہ مدتِ دراز سے بھارت میں بند تھا جہاں اس کے سینکڑوں قارئین موجود تھے ۔ پھر مشرقی پاکستان کی تازہ صورتِ حال کے سبب وہاں بھی ترجمان کی ترسیل محال ہے حالانکہ وہاں ہمارے ایک ہزار سے زاید خریدار ہیں ۔ ترجمان القرآن کے قارئین، جماعتِ اسلامی کے کارکنوں اور ہمدردوں اور ملک کے دوسرے اسلام دوست طبقوں سے ہم اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس کی توسیعِ اشاعت کی طرف توجہ دیں ۔ کیونکہ اسی طریقے سے اس کے بڑھتے ہوئے اخراجات کو پورا کیا جا سکتا ہے ۔ جہاں تک اس کے صفحات کی کمی کا تعلق ہے یہ محض عارضی تدبیر ہے ۔ جس وقت حالات ذرا

معمول پر آجائیں گے تو انشاءاللہ اس کمی کو پورا کر دیا جائے گا۔ واللہ المستعان

مشرقی پاکستان میں جو اندوہناک صورتِ حال پیدا ہوئی ہے اور اس سے نمٹنے کے لیے حکومت کو جو کارروائی کرنی پڑی ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ ہم سنجیدگی سے ان اسباب و علل پر غور کریں جنہوں نے اسے پیدا کیا اور پھر ایسی تدابیر اختیار کریں جن سے اس سرزمین میں انتشار کا بالکل خاتمہ ہو اور دوبارہ قوم کو اس بحران سے کبھی دوچار نہ ہونا پڑے۔

سب سے پہلے سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر مشرقی پاکستان میں اور خود مغربی پاکستان میں بھی علیحدگی پسندی کے یہ تباہ کن رجحانات آناً فاناً تو پیدا نہیں ہو گئے۔ یہ انتشار پسند قوتوں کی طویل کوششوں کے بالکل فطری نتائج ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے اُن قوتوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ قوتیں خارجی بھی ہیں اور داخلی بھی اور ان کی پاکستان دشمنی کے متعدد وجوہ ہیں۔ جہاں تک خارجی قوتوں کا تعلق ہے اُن کے پیشِ نظر صرف ایک ہی بات ہے کہ دنیا سے اسلام کا نام لینے والوں کو یا تو بالکل مٹا دیا جائے یا انہیں اتنا کمزور بنا دیا جائے کہ وہ کبھی مغربی قوموں کے لیے کسی خطرہ کا باعث نہ بن سکیں۔ مسلمانوں کے خلاف اس معاندانہ طرزِ فکر کے کچھ تاریخی، کچھ سیاسی اور معاشی اسباب ہیں۔ تاریخی اسباب میں سب سے نمایاں سبب محارباتِ صلیبی ہیں۔ دنیا کی عیسائی قومیں خواہ عملی زندگی میں وہ مسیحیت سے کتنی ہی دُور ہوں مگر اُن کے دل و دماغ میں اسلام دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ اسلام کو آج بھی دنیا کا سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں اس لیے وہ اُسے ہر قیمت پر مٹانا چاہتی ہیں۔ مشرقِ اوسط کو برباد کرنے کے لیے انہوں نے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کیا اور پھر انہیں اتنی قوت فراہم کی کہ وہ آس پاس کے مسلم ممالک کو تباہ کر سکیں۔ اس نیم براعظم میں یہ قوتیں اپنے اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لیے بھارت کو آلۂ کار بنا رہی ہیں۔ ان کے نزدیک پاکستان کے پیچھے ایسے محرکات موجود ہیں جو کبھی بھی اس ملک کو احیائے اسلام کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔ اس ملک میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت، اس کے مختلف خطوں کے درمیان اتحاد کے لیے

رشتۂ اسلامی کی اہمیت۔ اُردو زبان اور اس کی مذہبی اساس، ملک کے تاریخی پس منظر میں دینی جذبات کا غلبہ، دینِ حق کی سربلندی کے لیے طویل اور مسلسل جدوجہد، الغرض اس ملک کی تہ میں اور اس کی فضا میں ایسے بے شمار عناصر و عوامل موجود ہیں جو کبھی مؤثر قوت بن کر اس ملک کو اللہ کے دین کا حصار بنانے میں ممد ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر اسلام دشمن طاقتیں اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی ہیں کہ کسی طرح اس کا قلع قمع کر دیا جائے۔ یہودیوں کے توسیع پسند عزائم کو دیکھتے ہوئے صاف نظر آتا ہے کہ وہ ایک طرف تو حجاز کی طرف بڑھنے کا عزم رکھتے اور دوسری طرف پاکستان کی طرف حریصانہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ عرب ممالک کے ساتھ ان کی جو ٹکر ہوئی ہے اُس میں انہوں نے یہ محسوس کیا ہے کہ پاکستان عربوں کی ہر طرح حمایت کرتا ہے۔ اِس بنا پر اُن کے دل میں پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں نفرت و کینہ کی جو آگ پہلے سے سُلگ رہی تھی وہ اب شعلہ بن کر بھڑک اُٹھی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ دنیائے اسلام کے انہدام کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے پاکستان کے وجود کو ختم کیا ہے۔

امریکہ، روس اور برطانیہ کی پاکستان دشمنی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان ممالک کے انتظام و انصرام اور ان کی داخلی اور خارجی پالیسیوں کی تشکیل میں یہودیوں کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ یہ لوگ اگرچہ تعداد میں عیسائیوں کے مقابلہ میں کم ہیں مگر صدیوں کی غلامی کی وجہ سے چونکہ ان کے ذہن غیر معمولی طور پر سازشی ہیں اور ان کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے اس لیے ان تمام ممالک میں یہ ایک فیصلہ کن قوت کی حیثیت سے چھائے ہوئے ہیں اور انہیں جس راہ پر چاہتے ہیں لگا دیتے ہیں۔

امریکہ، روس اور برطانیہ کی اِس یہود نواز پالیسی کے علاوہ خود ان ممالک کے بسنے والوں کا سوچنے کا انداز بھی ایسا ہے جس سے دنیائے اسلام کو کسی خیر اور بھلائی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ یہ ممالک ایک خاص تہذیب و تمدن کے علمبردار ہیں جو آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہے۔ معاشی اور سیاسی ڈھانچوں میں وقتاً فوقتاً تبدیلی کر کے یہ اُس کے انحطاط کو کچھ دیر کے لیے روکنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مگر

جس اساس پر یہ تہذیب قائم ہے وہ جلد ہی منہدم ہونے والی ہے۔ ہمارے ہاں اس تہذیب کے جو اندھے مقلدین پائے جاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید سرمایہ داری سے اشتراکیت کی طرف منتقل ہونے یا پھر اشتراکیت سے سرمایہ داری کی طرف رجوع کرنے سے یہ تہذیب انسانیت کے دکھوں کا مداوا کر سکے گی، مگر یہ محض خام خیالی ہے۔ اس تہذیب کی تہ میں بعض ایسی خامیاں اور کمزوریاں موجود ہیں جو انسانیت کے لیے سخت مہلک ہیں اور اس کے مسائل کو حل کرنے کے بجائے ان میں مزید الجھنیں پیدا کرتی چلی جاتی ہیں۔ یہ تہذیب اخلاق اور روحانیت کے اس لطیف اور شیریں عنصر سے یکسر محروم ہے جس سے انسان صحیح معنوں میں انسان بنتا اور انسانیت جس کے ذریعے سے حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار رہتی ہے۔

مغرب کے مفکرین اس حقیقت کو پوری طرح جانتے ہیں۔ پھر اس تہذیب کے نتیجے میں وہاں جو برائیاں پیدا ہوئی ہیں اور ان کے ازالے کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرنے کے باوجود جن پیہم ناکامیوں کا اہلِ مغرب کو سامنا کرنا پڑا ہے۔ انھیں دیکھتے ہوئے وہاں کے اصحابِ فکر کو اس بات کا یقین ہے کہ اب وہ زیادہ دیر تک دنیا کی غالب قوت بن کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ عوام کو اس مایوسی سے بچانے کے لیے وہ ہمیشہ مختلف تدابیر اختیار کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایسے تماشی کام جو اگرچہ انسانیت کے لیے کسی طرح بھی سود مند نہ ہوں مگر جن سے ان کی قوت و بالادستی کا اظہار ہوتا ہو۔ دوسرے مشرق کی ایسی ساری قوتوں اور تحریکات کو دبانے کی مسلسل کوششیں جو ان کے تہذیبی ڈھانچے کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب اہلِ مغرب اس نقطۂ نظر سے مختلف تمدنوں اور مختلف نظام ہائے حیات کا جائزہ لیتے ہیں، تو وہ سب سے زیادہ خطرناک اسلامی تہذیب اور مسلم قوم کو پاتے ہیں۔ اس لیے انھیں ہمیشہ یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ کسی طرح یہ تہذیب اور یہ قوم ابھرنے نہ پائے۔ مسلم قوم کے مقابلے میں دوسری اقوام اور اسلامی نظامِ حیات کے مقابلے میں دوسرے نظام ہائے حیات ان کے لیے کسی زیادہ تشویش کا باعث نہیں۔ اس لیے وہ ان ساری قوتوں کی ہر طرح سے اعانت کرتے ہیں جن سے مسلمان اسلام سے دور ہوں اور ان کی ملت کا شیرازہ منتشر ہو۔

مسلم کش پالیسی کے خارجی اسباب میں تیسری وجہ معاشی ہے مسلم ممالک مغرب کی استعمار پسند قوتوں کے لیے بہترین شکار گاہیں رہی ہیں اس لیے ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہے کہ کسی طرح ان شکار گاہوں پر ان کا مستقل قبضہ رہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد بہت سے مسلم ممالک کی آزادی سے استعماری طاقتوں کے معاشی مفادات کو کافی نقصان پہنچا ہے اور وہ یہ محسوس کرنے لگی ہیں کہ اب ان شکار گاہوں سے وہ حسبِ منشا فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔ چنانچہ وہ اپنے مفادات کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے ان پر کسی نہ کسی طرح اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتی ہیں۔ اور دوسری عالمگیر جنگ کی وجہ سے ان پر ان کی گرفت جو کچھ ڈھیلی پڑی ہے اسے پھر زیادہ مضبوط بنانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ پاکستان پر بھارت کی طرف سے اور دوسرے ممالک کی طرف سے ہر وقت جو دباؤ ڈالا جا رہا ہے اس کے پیچھے ایک یہ جذبہ بھی کارفرما ہے کہ کسی طرح ملک کی معیشت تباہ ہو اور یہ مغرب کی استعمار پسند قوموں کے سامنے بے بس ہو کر ہتھیار ڈال دے۔ اور اہلِ پاکستان معاشی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے بجائے ہمیشہ بیرونی طاقتوں کے دست نگر رہیں اور کوئی ایسی معاشی پالیسی اختیار نہ کر سکیں جن سے ان کی معیشت مستحکم ہو۔

پاکستان کے خلاف بغض و عناد کا ایک اور بڑا سبب مغربی طاقتوں کی چین دشمنی بھی ہے۔ یہ طاقتیں بڑی شدت سے ایشیا کی اس نئی ابھرنے والی قوت کو اپنے مفادات کے لیے خطرہ سمجھتی ہیں۔ انہیں اس امر کا پورا احساس ہے کہ اگر برِاعظم ایشیا میں چین نے اپنی سیادت قائم کر لی تو پھر امریکہ، روس، برطانیہ کی یہاں بالادستی کے کوئی امکانات باقی نہ رہیں گے۔ اس خطرے کو بھانپتے ہوئے وہ اس امر کے لیے پوری طرح کوشاں ہیں کہ چین کے اردگرد حلقے کو روز بروز تنگ کیا جاتا رہے تاکہ وہ اپنے اثر و نفوذ کی توسیع نہ کر سکے اور اپنے گھر کے اندر مدافعانہ طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور ہو۔ آج کی سیاست میں جو قوم توسیع پسندانہ عزائم کے بجائے مدافعانہ پالیسی پر عمل پیرا ہوتی ہے وہ دنیا میں کوئی موثر قوت نہیں بن سکتی۔ چنانچہ امریکہ، روس اور دوسرے مغربی ممالک بھارت اور پاکستان

دونوں کو چین کے ارد گرد حصار کھینچنے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں مگر پاکستان چونکہ اس ناپاک مقصد میں ان کا آلۂ کار بننے پر آمادہ نہیں ہو رہا، اس لیے اب وہ بھارت کے ذریعے سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی مختلف سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اسے یہ شہ دیتے ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر چین کا راستہ روکے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے پاکستان کو راہ سے ہٹایا جائے۔ چنانچہ امریکہ اور روس دونوں "اس کارِ خیر" میں بھارت کی پوری پوری امداد کر رہے ہیں۔ وہ یا تو اس دباؤ کے ذریعہ سے پاکستان کو "راہِ راست" پر لانا چاہتے ہیں یا پھر اس دیوار کو (خدا نہ کرے) بالکل مسمار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

امریکہ اور روس کے مابین خواہ بظاہر کتنا نظریاتی اختلاف ہو، مگر چونکہ دونوں استعمار پسند ہیں۔ اس لیے انہوں نے بقائے باہمی کے نام پر آپس میں مصالحت کر رکھی ہے۔ اس مصالحت کے پیچھے جو جذبہ کام کر رہا تھا وہ مخلصانہ تعاون کا جذبہ نہیں بلکہ ان کفن چوروں کا سا جذبہ ہے جو تقسیمِ کفن کے لیے آپس میں مل بیٹھتے ہیں۔

خارجی اسباب سے ہٹ کر جب ہم اس خلفشار کے داخلی اسباب پر غور کرتے ہیں تو ہمیں بعض ایسی خامیاں محسوس ہوتی ہیں جن کا یہ بحران طبعی نتیجہ ہے۔ کسی قوم کو متحد رکھنے اور اس کے اندر جوشِ عمل پیدا کرنے اور اس کی صلاحیتوں کو ترقی کی راہ پر لگانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے ہر فرد کا دل کسی ایسے بلند نصب العین کی محبت سے معمور ہو جو اسے زندگی کی حرارت عطا کرے۔ کسی غلام قوم کو آزادی سے پہلے تو بلاشبہ متاعِ آزادی کے نام پر متحرک کیا جا سکتا ہے مگر آزادی کے بعد عام طور پر جد و جہد کا جذبہ وجہ سے سرد پڑ جاتا ہے کہ اس کے قائدین اس کے جوشِ عمل کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے سامنے کوئی ایسا حیات آفرین پروگرام پیش نہیں کر سکتے جسے وہ اپنانے کے لیے اپنے اندر تڑپ بھی رکھتی ہو۔ اور جس پر عمل پیرا ہونے سے وہ اپنے اجتماعی مسائل بطریقِ احسن حل کر سکتی ہو۔ دوسری اقوام کے لیے تو یہ مسئلہ واقعی بڑا پریشان کن ہے۔ اُن کے پاس کوئی ایسا نظام نہیں ہوتا جیسے وہ

آزادی کے بعد فوراً اپنا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر قومیں آزادی حاصل کر لینے کے بعد انتشار کا شکار ہو جاتی ہیں مختلف گروہ اسے مختلف سمتوں میں کھینچتے ہیں اور اس طرح اس کی صلاحیتیں ضائع ہوتی رہتی ہیں مگر خوش قسمتی سے مسلمان اس پریشانی سے اگر چاہیں تو بالکل محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اُن کے پاس اسلام کی صورت میں ایک ایسا انقلاب انگیز اور جامع نظامِ حیات موجود ہے جسے وہ بڑی آسانی کے ساتھ تھوڑی سی محنت صرف کر کے اپنے ہاں کامیابی سے نافذ کر سکتے ہیں۔ پھر اس کے نفاذ میں انہیں کسی قسم کی دِقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس کا سبب اس نظام سے مسلمانوں کی فطری مناسبت ہے۔ اس قوم نے آزادی کے لیے وقتاً فوقتاً جو جدوجہد کی ہے اس کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ محض سیاسی آزادی کا حصول اس قوم کا کبھی بھی مطمح نظر نہیں ہوا۔ اس نے آزادی کو ہمیشہ ایک بڑے مقصد یعنی اسلامی نظام کے اِحیاء کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اس کے لیے جدوجہد کی۔ ان حالات میں تھوڑی سی کوشش سے کسی مسلم ملک کے اندر اسلام کو ایک غالب قوت بنایا جا سکتا ہے۔ جب کسی فرد یا قوم کے دل کی پکار اُس کے سامنے ایک نظامِ حیات کی صورت اختیار کر لے تو اس سے زیادہ اس قوم کے لیے ذہنی اور جذباتی آسودگی اور کیا ہو سکتی ہے۔

مگر اسے خطۂ پاک کی بد قسمتی سمجھیے کہ جس نظام کی عملداری کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا ہے اس نظام کے خلاف اوّل روز ہی سے سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا وسیع سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ اس کام میں وہ لوگ پیش پیش ہیں جو شومیِ قسمت سے اس ملک میں پیدا ہو گئے ہیں ورنہ جنھیں اس ملک کی نظریاتی اساس، اس کے تہذیبی سرمائے اور اس کی اخلاقی اور روحانی اقدار سے کوئی دور کی بھی نسبت نہیں۔ پھر اس طبقے نے اپنے فرنگی آقاؤں سے قیادت و سیادت کا جو سبق سیکھا ہے وہ قوم کی منشا کے علی الرغم جبر کے ساتھ اپنے نظریات کو ٹھونسنے کا سبق ہے۔ اس طبقے کے سوچنے کا انداز یہ ہے کہ سب سے پہلے کسی طرح حکومت پر قبضہ کر لیا جائے اور پھر حکومت کی قوت کے ذریعہ سے قوم کو اپنے دل پسند سانچوں میں ڈھالنے کے لئے جدوجہد کی جائے۔ یہ طبقہ ہی

(باقی صفحہ ۵۵ پر)

وقت کی ایک اہم ضرورت

"مولانا مودودی پر جھوٹے الزامات"

اور اُن کے مدلل جوابات ——

مرتبہ: عاصم نعمانی

شائع ہو گئی ہے۔ اپنے آرڈر سے فوری مطلع فرمائیے ضخامت: ۱۳۶ صفحات، طباعت آفسٹ - اعلیٰ ایڈیشن: دو روپے صرف۔ سستا ایڈیشن: سوا روپیہ

ملنے کا پتہ: ایوان کتابت، چوک اردو بازار۔ لاہور

(بقیہ اشارات)

درحقیقت اس ملک کے انتشار کا اصل ذمہ دار ہے۔ اس میں اتنی ہمت اور طاقت نہیں کہ اپنے نظریات کو عوام میں مقبول بنا کر پھر عوامی تائید سے تختِ اقتدار پر متمکن ہو۔ اس لیے یہ ہمیشہ غلط طریقوں سے ملک میں موثر قوت بننے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ جب یہ شریکِ اقتدار ہوتا ہے تو اپنا بیشتر وقت محلاتی سازشوں میں صرف کرتا ہے تاکہ اُسے وہاں غیر معمولی اہمیت حاصل رہے اور اگر یہ عوام کے اندر آتا ہے تو اُن کے جذبات سے کھیل کر یا دھونس اور دھاندلی کے ذریعہ سے اپنی قوت کا لوہا منواتا ہے۔ پھر چونکہ اس طبقے کو ملکی نظریات کی بہ نسبت غیر ملکی نظریات سے کہیں زیادہ مناسبت ہوتی ہے اس لیے بیرونی طاقتیں اسے ہی اپنے لیے زیادہ مفید اور کارآمد خیال کرتے ہوئے ہمیشہ اس کی معاونت پر آمادہ رہتی ہیں تاکہ اسے ملک کے اندر ایک نمایاں قوت کی حیثیت سے کسی نہ کسی طرح زندہ رکھا جائے۔ ظاہر بات ہے کہ جو طبقہ کسی معاشرے کے لیے جذباتی اعتبار سے اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہو۔

وہ اپنے حفظ و بقا کے لیے خارجی سہاروں کا محتاج ہو گا۔ اس طبقے کو بلند مقام پر فائز رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے منہ میں بعض پُرفریب نعرے ڈالے جائیں جن سے وہ عوام کی توجہ کا مرکز بن سکے۔ اور اسے ایسی عصبیتوں کا علمبردار بنایا جائے جن کی وجہ سے قوم کے بعض عاقبت نااندیش لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور اسے قوت فراہم کریں۔ اس ملک میں جب تک اس طبقے کے زور اور اس کے طلسم کو نہیں توڑا جاتا اس وقت تک اس ملک میں خلفشار کا کبھی مستقل طور پر خاتمہ نہیں ہو سکتا جب تک اس معاشرے میں اسلامی احساسات و جذبات سے بیگانہ طبقوں کو من مانی کارروائیاں کرنے کی آزادی حاصل رہے گی اس وقت تک کسی صحت مند تبدیلی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

اس انتشار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس ملک کے بعض مفاد پرست طبقوں نے اسلام جیسے مقدس اور ارفع و اعلیٰ نظامِ حیات کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اسلام اللہ کا قابلِ اتباع دین نہیں بلکہ عوام کو بیوقوف بنانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ ان مفاد پرستوں کے اسلام کے ساتھ اس شرمناک مذاق کی وجہ سے لوگ آہستہ آہستہ اس دین ہی سے بدظن ہوتے چلے جا رہے ہیں اور نئی نسلوں میں سے ایک اچھا خاصا طبقہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے کہ اسلام محض عوام کے جذبات سے کھیلنے کی چیز ہے۔ جب کسی مقدس نظام کے بارے میں لوگوں کے یہ جذبات ہو جائیں تو فطری طور پر اس کی اثر آفرینی میں کمی آ جاتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام جس کے لیے مسلمان سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے اب وہ اس کے لیے چند مادی مفادات کی قربانی دینے پر بھی آمادہ نہیں ہوتے وہ اسے فریب دہی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہ اس مفاد پرست طبقے کا اس ملک پر عظیم ظلم ہے کہ اس نے اپنی مذموم کارروائیوں کی وجہ سے اسلام جیسے بلند نصب العین سے لوگوں کو برگشتہ کر دیا ہے۔ اسلام ہی اس ملک میں وہ واحد مقناطیسی کشش ہے جس کی مدد سے اس ملک کے مختلف طبقوں اور گروہوں کو ایک دوسرے سے متحد کیا جا سکتا ہے اور جب اس کشش کا اثر ہی زائل ہو گیا تو پھر اس سے بوقت ضرورت کسی معجزے کی توقع رکھنا محض خود فریبی ہے۔